AJIS

Aligarh Journal of Interfaith Studies (AJIS)

International Peer Reviewed, , Open Access Journal
ISSN: (in process) | Impact Factor | ESTD Year 2020

گرونانک کا روحانی مشن

پروفیسر اختر الواسع

صدر، مولانا آزاد یونیورسٹی، جودھ پور، راجستھان
سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی، نئی دہلی۔

ARTICLE DETAILS	ABSTRACT
Article History Published Online: Urdu Paper on Guru Nanak_Published_ **Keywords**: Guru Nanak, Sikhism, Interfaith, Guru Granth Sahib	India is land of multiple Faiths and the land of Inter-Faith Understanding, love and harmony, Faith and Spirituality.. Mystical idea of Monism and the doctrine of Unity (*wahdat al-wujūd*)) resulted in the ideal of the unity of Mankind. Guru Nanak Devji was high apostle of these ideas and ideals. Guru Nanak Devji was not an ordinary child He learned Sanskrit, Persian and Arabic languages, but more than all, he learned mystery of the Nature and the inner self. In his youth, he withdrew from worldly activities and was obsessed by seeking Truth, and reached to enlightenment Guru Nank's teaching are more relevant for the world torn with strife and thirsting for Interfaith harmony, In his teachings, streams of great religions meet. His sayings (*shabd*) are treasures of spiritual knowledge and full of devotion for God and love for mankind. His worldview is monistic, his concept of God is monotheistic and that pf a personal God; he teaches that essence lies not in rituals, but in their philosophy and spirit.

International
Peer-Reviewed Journal
June 2020, Volume 1, Issue 2

تمہید:

ہندوستان کی سرزمین جہاں سے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈی ہوائیں آئی تھیں صدیوں سے عارفوں اور خداشناسوں کا مسکن رہی ہے جنہوں نے دنیا کی آلودگیوں میں لتھڑے ہوئے انسانو قں کی روحانی پیاس بجھائی ہے اور انہیں اپنے سیدھے سچے رب کو پہچاننے اور اس کی تعلیمات پر چلنے کا سبق دیا ہے۔ اسلامی روایت کے مطابق یہی وہ سرزمین ہے جہاں پہلے پیغمبر حضرت آدمؑ وارد ہوئے تھے۔ ہندوستان انسانی تہذیب کے اولین سرچشموں میں سے ایک ہے جہاں انسان کی روحانی حِس نے ایک نئی طرح سے آنکھیں کھولیں اور انسان و کائنات کے ایسے ایسے بھید کھولے اور علم آگہی کی ایسی شمعیں روشن کیں جو آج بھی بزم تہذیب کا سرمایۂ نور ہیں۔ مقدس ویدوں کے حمدیہ نغمے اور مناجاتیں خداشناسی اور عشق الٰہی کی اولین کوششوں کا ایک ایسا روپ ہیں جن کی روحانی روشنی اور شاعرانہ عظمت آج بھی ہمیں سحر زدہ کر دیتی ہے۔ انپیشدوں کا نراکار برہم کا تصور اور گیتا میں شری کرشن کی نشکام کرم کی تعلیم ساری انسانی تہذیب کے لیے روحانی شعور و آگہی کی عظیم عطا ہیں۔

لیکن جیسا کہ انسانی تاریخ ہمیں بتاتی ہے ہر روحانی روشنی وقت گزرنے کے ساتھ ظاہری رسوم ورواج کے اندھیروں میں گم ہونے لگتی ہے۔ انسانی روح اور اس کے رب کے درمیان براہ راست اور سیدھا سچا رشتہ جو اولین روحانی وجدان کی روشنی میں قائم ہوتا ہے، دھیرے دھیرے کمزور ہونے لگتا ہے اور اس طرح خدا اور انسان کے بیچ فاصلے بڑھنے لگتے ہیں۔ ایسے میں خدا کے نمائندے خدا کو پیچھے چھوڑ کر خود اپنا اقتدار قائم کر لیتے ہیں اور عام انسانوں کو اپنی مذہبی رعایا سمجھنے لگتے ہیں۔ ظاہری روایات اور خرافات کا زور و جبر ایسا مسلط ہو جاتا ہے کہ سچی مذہبیت اور سچی خدا پرستی ایک جرم بن کر رہ جاتی ہے۔ لیکن اس کائنات اور انسانوں کا خالق بھی اپنے بندوں سے کبھی غافل نہیں رہتا۔ اس لیے وقفے وقفے سے ایسی نور نگاہ ہستیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں جو ظاہر پرستی کے اندھیروں کا پردہ چاک کر کے خدا کے نام کی سچی جوت کو رہائی دلاتی ہیں اور انسان اور خدا کے درمیان سیدھے رابطے کو بحال کر دیتی ہیں۔

15ویں صدی کا ہندوستان جب اسلام کو یہاں پہنچے ہوئے تقریباً چار صدیاں گزر چکی تھیں ایک ایسی سماجی اور ثقافتی صورت حال کا منظر پیش کرتا ہے جہاں ایک طرف اسلام کے ایک خدا اور ایک انسان کے پیغام کی قوت سے

International
Peer-Reviewed Journal
June 2020, Volume 1, Issue 2

ہندوستان میں رائج ذات پات کا نظام تہہ وبالا ہو چکا تھا اور اس کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگ جو ہر طرح کی سماجی عزت اور وقار سے محروم کر دیے گئے تھے آزادی کی ایک نئی فضا سے ہم کنار ہو رہے تھے وہیں دوسری طرف مسلمانوں کے طاقت اور اہل اقتدار طبقوں کی جانب سے مسلمانوں اور دیگر لوگوں کے درمیان فاصلے بھی تھا جو سارے ملک کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں خدا کی وحدت اور انسانی بھائی چارے کی جوت جگائے ہوئے تھے۔ اس سے کوئی تین صدی پہلے شیخ نظام الدین چشتی کہہ چکے ہے۔ یہی قول بعد کے تمام صوفیوں کا نعرہ مستانہ بن گیا جنہوں نے اپنے قول و عمل سے انسان اور انسان کے درمیان تمام ظاہری دیواریں ڈھاریں۔ تصوف عشق کا دوسرا نام ہے جس میں عاشق و معشوق یا خدا اور بندے کے درمیان کسی فاصلے اور دوئی کا کوئی گزر نہیں۔ عظیم صوفی اور شاعر جلال الدین رومی نے اسے ایک حکایت میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کسی دروازے پر دستک ہوئی اور اندر سے آواز آئی، کون ہے؟ جواب دیا گیا، 'میں' ۔ دروازہ نہیں کھلا اور آواز آئی کہ 'چلا جا۔ یہاں میں اور تو دونوں کے لیے ایک ساتھ جگہ نہیں ہے۔' آنے والا واپس چلا گیا اور برسوں ریاضت کرنے کے بعد لوٹا اور دستک دی۔ آواز آئی 'کون۔' جواب دیا گیا 'تو'۔ اور دروازہ کھل گیا۔ صوفیوں نے اس سوال وجواب کی روح کی صرف خدا اور بندے کے رشتے تک محدود نہیں رکھا بلکہ انسانوں کے درمیان باہمی تعلق تک پھیلا دیا۔ امیر خسرو کا یہ کہنا کہ۔

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگ جاں تار گشتہ حاجت زنار نیست

یعنی میں عشق کا کافر ہوں مجھے مسلمان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اور میری رگ رگ تار بن چکی ہے تو میرے لیے زنار یعنی جنیوں پہننا بھی کوئی ضروری نہیں، رسوم پرستی سے انکار کی بڑی روشنی مثال ہے۔ یہاں وہ ظاہر میں مسلمان ہون ے کی جگہ اندر سے مسلمان ہونے اور جنیو پہن کر باہر سے مذہبی ہونے کے بجائے اپنے باطن میں خدا سے تعلق رکھنے پر زور دے رہے ہیں۔ خدا کے اسی ہر جگہ اور ہر رنگ میں ہونے کی کیفیت کو ایک صوفی شاعر اس طرح بیان کرتا ہے۔

تو ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

International
Peer-Reviewed Journal
June 2020, Volume 1, Issue 2

کہ من آں جلوہ قدمی شناسم

یعنی تو چاہے جس رنگ کا لباس پہن لے میں تو قدموں کی چال سے پہچان لیتا ہوں۔

شاہ برکت اللہ پریمی کا یہ شعر بھی کہ۔

بنام آں کہ از ہر مذہب و کیش

لباس تازہ دارد در بر خویش

یعنی اس کے نام جو ہر مذہب و ملت کے نئے نئے لباس اختیار کرتا ہے خدا کے وجود کی اسی کیفیت کا اظہار ہے۔

گرونانک کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر:

اس سماجی، ثقافتی اور مذہبی پس منظر میں 1469 میں راوی اور چناب دریاؤں کے درمیانی علاقے کے ایک گاؤں تلونڈی میں گورونانک کی شکل میں ایک روحانی کرشمہ ظاہر ہوا۔ جنم ساکھی کے مطابق گرونانک نہایت غیر معمولی آثار کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ خاندانی پروہت ہردیال نے اس بچے کو دیکھتے ہی کہا کہ اس کے سر پر چھتر لہرائے گا اور ترک اور ہندو دونوں ہی اس کی عزت کریں گے۔ بعد کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے نانک دیو جی اپنے ماں باپ سے ضرور پیدا ہوئے تھے مگر انہیں وجود میں لانے والی اصل کوکھ کچھ اور ہی تھی، یہ کائنات کے روحانی شعور و آگہی اور گہری خداشناسی کی کوکھ تھی جو تا عمر ان کے چاروں طرف ایک وجدانی آغوش کی طرح موجود رہی۔

رسم کے مطابق گرونانک جی کو تعلیم کے لیے استاد کے پاس بھیجا گیا لیکن اہل مکتب کو کیا معلوم تھا ان کے پاس ایک ایسا طالب علم لایا گیا جو سارا علم عالم وجود میں آنے سے پہلے ہی حاصل کر چکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ استاد نے نانک جی کو اوڑا ایڑا یعنی الف بے پڑھانا شروع کیا تو انہوں نے سوال کیا کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ استاد کے لیے یہ حیران کن سوال تھا۔ اس کے لیے تو یہ صرف حروف تھے اور حروف میں معنی کیسے۔ مگر گرونانک نے جو استاد ازلی کے پڑھائے ہوئے تھے کہا کہ حرف بے معنی نہیں ہوتے بلکہ اپنے اندر گہرے بھید چھپائے ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اوڑے کا مطلب ہے، وہی ہے اور کوئی نہیں۔ اس طرح انہوں نے باقی حروف کے راز بھی کھولے۔ ظاہر ہے دنیا کے اس ظاہری مکتب میں گرونانک جیسے روحانی بیدار شخص کا کیا کام ہو سکتا تھا۔ سو انہوں نے بہت جلد کتابوں سے آنکھیں

International
Peer-Reviewed Journal
June 2020, Volume 1, Issue 2

اٹھالیں کہ ان کی آنکھیں-تو اپنے خدا پر ٹکی ہوئی تھیں۔ لیکن جاتے جاتے ایک نظم لکھ کر اپنے استاد کو مزید حیران کر گئے۔ اس شبد کا مفہوم ہے:

"تعلق دنیوی کے بندھن کو جلا کر اور اس کی راکھ کا سفوف بنا کر روشنائی تیار کر ,اپنے صاف ذہن کو کاغذ بنا , عشق کو قلم بنا اور اپنے دل کو لکھنے والا، اور گرو جو لکھائے وہ لکھ، اس خالق کا نام لکھ اور اس کی حمد و ثنا کر، لکھ کہ وہ لا محدود اور بیکراں ہے، یہی تحریر حساب کتاب ہے جو ہمیں سیکھنا ہے، یہی ہر ایک کا لیکھا جو کھا، قرض ادھار ہے جو یہاں اور بعد میں آنے والی زندگی میں ملے گا۔"
(گرو گرنتھ صاحب، سری راگ ص16)

گرو جی نے خاندان کے آبائی ہنر تو نہیں سیکھے مگر سنسکرت، عربی اور فارسی زبانیں ضرور سیکھیں کہ ان ظاہری وسائل سے انہیں اپنی باطنی روشنی کو لفظوں کا روپ دینا تھا۔ اب ان کا زیادہ تر وقت جنگلوں میں گھومتے پھرتے قدرت کے اسرار سے ہم آہنگ ہونے میں گزرتا تھا کہ زمین و آسمان، پیڑ پودے، مٹی اور پانی اور ہوا اور چرند پرند اور ان کی آوازیں اور خاموشیاں ہی وہ لفظ تھے جو ان کی روح میں اتر کر ان کے اندر کی روحانی کتاب کو یکجا کر رہے تھے۔ اس طرح قدرت انہیں اس عظیم مشن کے لیے تیار کر رہی تھی جس کے لیے انہیں انسانی وجود دیا گیا تھا۔ یہ مشن تھا خدا کی روشنی کو اس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ظاہر داریوں کی تاریکی سے رہائی دلانا۔ اب انہوں نے ایک ایک کر کے ہر اس زنجیر کو کاٹنا شروع کر دیا جو خدا اور انسان کے سیدھے رشتے کو محدود کر رہی تھی۔

سب سے پہلا سوال انہوں نے جنیو کی رسم پر کیا۔ خاندانی پروہت ہر دیال گرونانک کو جنیو پہنانے لگے تو انہوں نے اس ڈورے کا مطلب پوچھا۔ یہ عجیب و غریب سوال تھا۔ پروہت کے جواب پر گرو جی نے پھر کہا کہ آپ ان دھاگوں سے ایک انسان کو دوسرے انسان سے الگ کرتے ہیں لیکن انسان تو اپنے اعمال کی وجہ سے اونچا یا نیچا ہوتا ہے۔ میں ایسی کوئی نشانی نہیں پہنوں گا۔ پھر یہ بھی کہ یہ ڈورا تو بہت جلد میلا ہو جائے گا اور ٹوٹ جائے گا۔ انہوں نے پروہت کے مزید اصرار پر یہ شبد پڑھے:-

International
Peer-Reviewed Journal
June 2020, Volume 1, Issue 2

روئی ہو محبت کی اور اسے قناعت کے تانے بانے سے کاتا گیا ہو۔ اس میں نیکی کی گرہیں اور سچائی کے بل دیے جائیں، اگر تمہارے پاس ایسا جنیو ہو تو لاؤ مجھے پہناؤ، کہ ایسا جنیو نہ ٹوٹے گا نہ میلا ہو گا، اور نہ جلے گا نہ کھویا جائے گا۔ (گرو گرنتھ صاحب، آسا راگ ص 471)

ایک ایسا بچہ جو دنیا، خاندان اور گھر کی ریت اور ماں باپ کی آرزوؤں کے برعکس باہر کی ہر چیز سے منہ موڑے اپنے من کی دنیا بنانے اور اپنی باطنی تصویر ابھارنے میں لگا ہو اس کے ماں باپ کا رنجیدہ ہونا لازمی ہے۔ انہیں لگنے لگا کہ ان کا بیٹا ان کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کے سامنے دنیا میں بسنے اور آباد ہونے کے وہی طریقے اور راستے تھے جن پر سب دنیا والوں کو چلنا ہوتا ہے۔ مگر گرو نانک کے پاس ان راستوں پر چلنے والے پاؤں تھے ہی نہیں۔ ان کے لیے تو ایک اور سفر مقدر کر دیا تھا۔ اس دوران گرو جی نے اپنے آس پاس کے ماحول اور زندگی سے لفظ اٹھا کر انہیں اشعار میں ڈھالنا شروع کر دیا تھا جن سے ان کے روحانی تجربات کا اندازہ ہوتا ہے۔ والد نے کھیتی کرنے کو کہا تو انہوں نے جواب دیا، 'میں تن کے کھیت میں دل کو ہل چلانے والا بن کر نیک اعمال کی کاشت کرنا چاہتا ہوں۔ محنت اور مشقت کا پانی دے کر اسے اطمینان اور قناعت کے سہاگے سے ہموار کرنا چاہتا ہوں اور اس میں 'کل عالم کے خدا کے نام کا بیج ڈالنا چاہتا ہوں اور جب فصل اگے گی تو میرا خاندان ہی کیا ساری دنیا خوش حال ہو جائے گی۔ جو اسے کھائے گا ہمیشہ کے لیے سیر ہو جائے گا۔ پھر نہ کوئی دشمن رہے گا اور نہ کوئی بیگانہ'۔

گرو نانک کی روحانی تلاش اب زبردست شدت اختیار کر چکی تھی۔ ایک شدید بے کلی اور بے چینی تھی انہیں یہ دیکھ کر کہ ساری دنیا آگ میں جھلس رہی ہے اور وہ پانی کہیں بھی نہیں جو اس آگ کو ٹھنڈا کر سکے۔ وہ گم صم رہنے لگے تھے۔ سب سے الگ اور صرف اپنے آپ اور اپنے خدا میں موجود۔ ان کا خدا بھی اپنی تمام تر طاقت اور روشنی کے ان کے دل و دماغ اور روح میں ظاہر ہو رہا تھا اور وہ اس بے پناہ حسن کی شدت کے سامنے بس تھے۔ ان کے حواس اور اعصاب اور ان کا ذہن اور شعور اپنے ظاہری حوالس سے کٹ کر اپنے خدا کے ساتھ باطنی رشتوں میں بندھ رہے تھے اور ان کی کایا پلٹ ہوئی جا رہی تھی۔ ایسے میں جب ان کی ماں نے ان سے گھر خاندان کی کچھ فکر کرنے کو کہا تو

International
Peer-Reviewed Journal
June 2020, Volume 1, Issue 2

گرونانک جی کا جواب تھا۔ 'اے میری اچھی ماں! تمام دنیا حرص وہوس، لالچ اور غرور کی آگ میں جل رہی ہے۔ کیا آپ یہ چاہیں گی کہ میں صرف اپنے گھر کو اس آگ میں سے بچالے جاؤں اور ساری دنیا الاؤ میں جھلتی رہے۔

یہی وہ ذہنی، جذباتی اور روحانی کیفیت ہے جو ہمیشہ سے خدا پرستوں کی پہچان رہی ہے۔ وہ پہلے اپنے اندر اتر کر اپنے روحانی سرچشموں کی تلاش کرتے ہیں اور اس کے بعد دنیا کی طرف پلٹ کر انسانوں کے پاس پہنچتے ہیں اور انہوں نے اپنے اصل چہرے اور حقیقت کو پہچاننے کی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن اس روحانی تلاش کے دوران ان بزرگوں کو ایک شدید دکھ سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ ایک ایسا دکھ جسے دنیا کا کوئی طبیب پہچان نہیں سکتا۔ یہی کچھ گرونانک جی کے ساتھ بھی ہوا۔ ان کی دنیا بیزاری اور اپنے آپ میں گم ہونے کی حالت پر رنجیدہ ہو کر ان کے والا انہیں ایک دید کے پاس لے گئے۔ مگر ویدکے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کے پاس ایک ایسا مریض لایا گیا ہے جو آگے چل کر دنیا کا عظیم روحانی معالج بننے والا ہے۔ مگر طبیب کی مجبوری یہ ہے کہ اس کے نزدیک ہر مرض کی جائے پیدائش صرف جسم ہوتا ہے۔ وید نے نانک جی کی نبض پر انگلی رکھی تو وہ مسکرائے اور کہا کہ آپ کیسے وید ہیں جو روح کے روگ کو کلائی میں ٹٹول رہے ہیں۔ وید ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے پوچھا کہ آپ کی روح کو کیا روگ ہے۔ نانک جی کا جواب تھا۔

'مجھے ایک دکھ تو یہ ہے کہ میں اپنے باطن سے بچھڑا ہوا ہوں۔ اور یہ بھوک میرے اندر چمک رہی ہے کہ میں اپنے آپ میں جذب ہو کر ایک ہو جاؤں۔ اس پر یہ بھی کہ جسم کو ان مانگے روگ آ کر جکڑ لیتے ہیں۔ زندگی کا یہ کھیل بہت مختصر ہے'۔

جب وید نے اس روگ کی وجہ معلوم کی تو نانک دیو جی نے کہا کہ 'یہ روگ لگتا ہے نجی راحت کی بھوک سے۔ سکھ اور راحت کی زندگی روح کی اصل بیماری بن جاتی ہے اور اسے دوسروں کے لیے دکھ اٹھانے کے ذریعے ہی دور کیا جاسکتا ہے۔' وید یہ کہہ کر چلا گیا کہ ان کا روگ اور اس کا علاج بھی خود ان کے اندر ہی موجود ہے۔

گرونانک جی کی کیفیت جو ان کے گھر اور دنیا والوں کے لیے ایک مرض کی طرح تھی بڑھتی ہی جارہی تھی۔ انہیں اب انسانی وجود اور اس کے آغاز وانجام سے متعلق بنیادی سوالات درپیش تھے اور اپنے خالق کو پہچاننے کی تڑپ اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ ایسے میں ان کے والد نے انتہائی مایوسی کے ساتھ ان سے کہا کہ کیا وہ ان کی عزت

International
Peer-Reviewed Journal
June 2020, Volume 1, Issue 2

وآبرو کا کچھ بھی خیال نہیں کریں جنہوں نے انہیں جنم دیا ہے۔ اس پر نانک جی کو جواب تھا، مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس ایک کے سوا میرا باپ کون ہے اور میری ماں کون ہے؟ اور میں کہاں سے اور کیوں اس دھرتی پر آیا ہوں؟ پانی کی ایک بوند نے مجھے ماں کے بطن میں روپ دیا ہے؟ یہ تو میرا خالق ہی جانتا ہے۔ ایک کھدبدسی ہر وقت میرے دل میں لگی رہتی ہے جو مجھ سے کہتی ہے کہ جت تک تو اپنے خالق کے سامنے اپنا سارا وجود بھینٹ نہیں چڑھائے گا تب تک تجھے دل کا چین نصیب نہ ہو گا۔

گرونانک کا مشن اور تعلیمات:

گروجی کی روحانی تلاش اب اپنی وجدانی تکمیل تک پہنچنے والی تھی۔ اور یہ لمحۂ نور ظاہر ہوا سلطان پور میں جہاں وہ نواب دولت خاں کے مودی خانے میں ملازمت کر رہے تھے۔ اس خاص زمانے میں گروجی کا معمولی تنخواہ پر ملازم ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا رسیدہ انسان مادی اعتبار سے کم حیثیت ہونے کے باوجود اپنے اندر عظمتوں کی کن روحانی بلندیوں کا سفر کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی دوران ایک دن نانک جی ندی میں اشنان کے لیے گئے مگر لوٹ کر نہیں آئے۔ ندی کے کنارے پر ان کے کپڑے پڑے پائے گئے جس سے نتیجہ نکالا گیا کہ شاید وہ ندی میں ڈوب گئے۔ سب کو افسوس تھا کہ ایک نہایت نیک نفس آدمی دریا میں غرق ہو گیا۔ چیزوں کو صرف باہر باہر سے ہی دیکھ سکنے والی آنکھیں اسی طرح رد عمل کرتی ہیں۔ انہیں کیسے معلوم ہوتا ہے کہ گروجی ڈوبے ضرور تھے مگر نظر آنے والے دریا میں نہیں بلکہ خود آگہی اور خدا آگاہی کے ازلی وابدی تجربے کے دریا میں جہاں سے انہیں ایک بالکل نیا انسان بن کر باہر نکلنا تھا۔ تین دن بعد نانک جی ظاہر ہوئے اس طرح کہ ان کی دنیا پوری طرح بدلی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے رب کو پالیا تھا۔ اس دوران ان کی زبان پر خدا کی حمد وثنا میں یہ الفاظ تھے:

> اگر میں لاکھوں سال بھی زندہ رہوں اگر ہوا کو اپنا کھانا پینا بنا سکوں، اگر میں ایک غار میں لگاتار تیری عبادت کے لیے خود کو بند کر لوں، اگر پلک جھپکے بغیر اور سورج چاند کو ایک نظر دیکھے بغیر تیرے گیان میں لگا رہوں، تب بھی میں تیری قیمت نہ پا سکوں گا، نہ تیرے نام کی عظمت ظاہر کر سکوں گا۔ وہ ابدی بے بدل سچائی کا رب ہے جس کی کوئی شکل صورت نہیں۔ سنے سنائے علم سے اسے بیان کرنے کی

کوشش نہ کرو۔ اگر وہ چاہے تو اپنی رحمت سے خود کو ظاہر کر دے گا۔ اگر میں چکی میں دانے کی طرح پیسا جاؤں، اگر میں آگ میں جلایا اور راکھ بنا کر بکھیرا جاؤں، تب بھی میں تیرے بھید نہ پاسکوں گا نہ تیرے نام کی عظمت ظاہر کر سکوں گا۔ نانک کہتا ہے کہ اگر کاغذ کے انبار کے انبار بھی ہوں اور اگر بے شمار کتابوں کا علم مجھ میں سما جائے، اگر روشنائی کا کبھی ختم نہ ہونے والا ذخیرہ مل جائے، اور میں ہوا کی رفتار سے لکھوں، تب بھی تیرے بھید نہ پاسکوں گا، نہ تیرے نام کی عظمت ظاہر کر سکوں گا۔

(گرو گرنتھ صاحب، سری راگ ص14)

اس روحانی تجربے سے واپسی پر نانک جی نے جو پہلا جملہ ادا کیا وہ تھا، 'نہ کوئی ہندو نہ نہ مسلمان'۔ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی جانب سے اس پر سخت رد عمل ظاہر ہوا۔ دونوں نے سمجھا کہ وہ ہندو مت اور اسلام کو رد کر رہے ہیں۔ مسلمان چوں کہ حکمراں تھے اس لیے ان کی طرف سے شدید تر برہمی ظاہر کی گئی۔ مگر کیا گرو جی ہندو مت اور اسلام کو رد کر رہے تھے؟ گرو گرنتھ صاحب میں موجود ایک شبد کے مطابق اس موقع پر انہوں نے فرمایا:

مسلمان کہلانا آسان نہیں ہے۔ اگر کوئی ہے تو ظاہر کرے .سب سے پہلے وہ اپنے دل میں اپنے مذہب کے اصولوں کو قائم کرے .اور اپنے دل سے ہر قسم کا گھمنڈ دور کرے .مسلمان وہی ہے جو بانیٔ اسلام کے بتائے راستے پر چلے ,اور زندگی اور موت کی فکروں کو تج دے .ور خدا کی مرضی کو سب سے بڑا جانے,اور خدا پر ایمان رکھے اور خود کو اس کے سپرد کر دے..او نانک! جو اپنے اور سب کے لیے نیکی اور خیر سگالی دل میں رکھے ,وہی مسلمان کہلانے کا مستحق ہے۔

(گرو گرنتھ صاحب، سار ماجھ ص141)

اس طرح ظاہر ہوا کہ گرو نانک جی 'نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلمان' کہہ کر صرف ان لوگوں سے کلام کر رہے تھے جو صرف باہر باہر سے ہندو یا مسلمان ہیں اور انہیں ان کے مذہب کے اصل کی طرف آنے کی دعوت دے رہے تھے۔

خدا شناسی کے اس عظیم تجربے سے گزرنے کے بعد گرو جی کے لیے اب ممکن نہ تھا کہ وہ کسی ایک بستی، ایک گھر اور صرف اپنے لوگوں تک محدود رہیں۔ وہ اب ایک سے گزر کر انیک ہو چکے تھے کہ خدا میں ڈوب جانے والے حق شناس افراد سارے انسانوں کا مشترک سرمایہ بن جاتے ہیں۔ نانک جی نے اب ایک طویل سفر پر نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ عزیزوں اور دوستوں نے انہیں اس فیصلے سے باز رکھنے کی طرح طرح سے کوشش کی۔ پراتن جنم ساکھی کے مطابق نواب دولت خاں نے انہیں روکھنے کے لیے جاگیر، جائداد اور منصب دینے کی پیش کش کی مگر گرو جی کا ایک ہی جواب تھا: 'خدا تمہیں اس کے لیے صلہ اور انعام دے مگر میں اب اور زیادہ یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ حکومت، ساز وسامان اور مکانات سب تیرے ہیں۔ مجھے سب کچھ ترک کر کے جانا ہے۔' دنیا بھر کی نعمتوں اور لالچوں سے گھیرے جانے کی ان تمام کوششوں کے دوران گرو جی مستقل اپنے خدا کا نام جپتے رہے۔

تتمہ:

اس زمانے میں انہوں نے بے شمار شبد کہے جو اپنے روحانی جلال و جمال اور شاعرانہ عظمت کی وجہ سے بے مثال ہیں:

> اگر موتی کے محل بنے ہوتے اور وہ جواہرات سے جڑے ہوتے، ان پر صندل زعفران اور مشک کی لیپ ہوتی، کہ انہیں دیکھتے ہی دل خوشی سے بھر جائے۔ تو بھی میں لالچ میں نہ آؤں اور تیرا نام یاد کرنا نہ بھولوں۔ اگر زمین میں ہیرے جواہرات سے جڑی ہو، اور پلنگ موتیوں سے جڑا ہو، اور ایک ہیرے جیسی تاب والی موہنی صورت ہو جس کے لبوں پر محبت کے لفظ ہوں، تب بھی میں لالچ میں نہ آؤں اور تیرا نام لینا نہ بھولوں۔ اگر میں جادو کی سبھی طاقتوں کا مالک ہوں، اگر دولت کے خزانے میرے حکم سے پیدا ہو سکیں، اگر میں جب چاہوں غائب ہو سکوں، اور لوگ میری تعریف کرتے نہ تھکیں، تب بھی میں لالچ میں نہ آؤں اور تجھے یاد کرنا نہ بھولوں۔ اگر میں طاقت اور فوجوں کا حکمراں ہو جاؤں، اور میرے قدموں تلے تخت ہوں، اور اگر میرا فرمان پوری طرح اور بے چون وچرا مانا جائے اور ہر طرف میرا حکم چلے، تب بھی میں لالچ میں نہ آؤں اور تیرا نام لینا نہ چھوڑوں۔ (گرو گرنتھ صاحب، سری راگ ص14)

International
Peer-Reviewed Journal
June 2020, Volume 1, Issue 2

آخر کار گرو نانک جی اس سفر پر چل پڑے جس کے لیے وہ پیدا کیے گئے تھے۔ یہ سفر بسی بسائی آبادیوں سے جنگلوں کی طرف، دنیا کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی جسمانی زندگی سے خدا کے سانچے میں ڈھلی ہوئی روحانی زندگی کی طرف اور جھوٹ، اگیان، غرور و تکبیر، حرص و ہوس، نفرت اور بیگانگی، خود غرضی اور جاہ طلبی کے برعکس سچے علم، خود شناسی اور خدا شناسی، ایثار و قربانی، محبت اور درد مندی، اشتراک اور بھائی چارے کی طرف سفر تھا۔ اس سفر کے دوران گرو جی کی زبان پر جو لفظ جاری ہے وہ علم و عرفان کے ایسے بیج تھے جو نیک بندوں کے دل و دماغ اور روح میں پڑ کر ایک نئی روحانی اور اخلاقی روشنی کی فصل بن کر ظاہر ہوئے۔ یہ فصل جتنی کاٹی جاتی ہے اتنی ہی پھلتی اور ہری ہوتی ہے۔ باباجی کے بعد ان کی بانی سچائی، حق پرستی اور انسان دوستی کی ایک ایسی مستقل آوازیں بن چکی ہے۔ جو دن رات دنیا پرستی کے اندھیرے جنگلوں کو جلا کر راکھ کر کے روحانی علم کی بستیاں بسا رہی ہے کہ اپنی اصل سے بھٹکے ہوئے لوگ اپنے مرکز کی طرف واپس آسکیں۔

SOURCES:

(1) Mann,G.S, Guru Nanak: Life and Legacy, JPS 17 No-1-2

(2) Sri Guru Granth Sahib Ji in Urdu Script, Nankana, 2014

(3) Siddhu, Davinderpal Singh, Guru Granth Sahib ji in Urdu, Fatehgar, 2016

(4) Japji aur Sukhmani Sahab, Urdu tr byKhwaja Dil Muhammad, Lahore, 2016 edition

(5) Gurbani, Nankana sahob, 2000

(6) Adi Granth, Ernest Trumpp (1877) WH Allen & Co, London

(7) Pashaura Singh (2000) The Guru Granth sahib, Canon, Meaning and Authority, Oxford University Press.

(8) Kapur, Sukhbir, Guru Granth sahib, An Advance Study,Hemkunt Press

(9) Christopher Shakle and Arvind Mandair,(2005) Teaching of Sikh Gurus,, Routledge.

(10) Anna S. King and J.L. Brockington, (2005), The Intimate Other: Love Divine in the Indic Religions, Orient Blackswan.

(11) Kohli, Surinder Singh,History of Punjabi Literature,, National Book, 1993

(12) Mann, Gurinder Singh, (2001) The Making of Sikh Scripture,, Oxford University Press.